خواتین کی ملازمت،تعلیماتِ اسلامی کی روشنی میں

☆ ڈاکٹرنصیرخان
☆☆ ڈاکٹرصاحب اسلام

ABSTRACT

Women employment is a practical issue of the modern age. It is adopted by almost all the nations and countries of the world. In the western countries rights of women including employment, trade, property,education etc were recognized after the efforts of Women Liberation Movement. However, in Islam these were declared their basic rights since the first day. A western woman is bound to earn her livelihood as it is not the duty ofa western man to provide her basic needs. However, in Islam a woman is legally protected for the provision of all her basic needs and it is the duty of her father, brother, husband and son to provide these to her.

Islam permits a woman to do a job or carry out trade activities and earn money subject to some conditions. These may be carried out by the permission of her husband, father, etc. Besides employment, a woman should perform her obligations at her home and family, which is her basic duty. She must be careful about her husband and children rights. She must observe *Hijab* and abstain from mixing with *non-mehram* men and should follow other social teachings of Islam. Wealth earned by her is considered her property and she can spend it any way at her discretion.

Study of Islamic History revealed that many of the wives of the prophet (*Sallalla ho alaihe wassalam*) and *Sahabiyat* (RA) carried out business activities and performed other jobs and thus earned money. They spent it to assist the Prophet's noble cause and to assist their husbands and to care their children. These activities were considered authorized and endorsed by the prophet (*Sallalla ho alaihe wassalam*).

ملازمت آج کی عورت کا عملی مسئلہ ہے۔پوری دنیامیں آج عورت کی ملازمت کا رواج ہو چکا ہے۔مغربی دنیامیں تو عورت کی مجبوری ہے کہ وہ اپنے معاش کا انتظام خود کرے۔کیونکہ مرد پراس کے معاش

☆ محلّہ عثمان خیل،چارسدہ روڈ،نوشہرہ کلان،ضلع نوشہرہ۔
☆☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر،شیخ زاید مرکزِاسلامی،جامعہ پشاور۔

کی ذمہ داری نہیں ہے۔ بلکہ حقوق نسواں کے خوشنما نام پر عورت کا معاشی بوجھ اس کے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا گیا ہے۔

مغربی عورت چونکہ ماضی قریب تک بنیادی انسانی حقوق تک سے محروم رہی ہے اس لیے دیگر بنیادی حقوق کی طرح ملازمت کے حق کے لیے بھی اُسے ایک طویل جدوجہد کرنی پڑی۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے موجودہ مقام تک پہنچی۔ (۱)

اسلام نے عورت کو فکرِ معاش سے آزاد کر کے اس کا معاشی بوجھ شادی سے پہلے اس کے والد، بھائی یا پھر چچا پر اور شادی کے بعد اس کے شوہر یا پھر بیٹے پر ڈالا ہے۔ اگر اولاد نہ ہو تو پوتوں اور نواسوں پر اگر وہ بھی نہ ہو تو ہر محرم پر، ان کے میراث کے بقدر اخراجات کی ذمہ داری ہے۔ (۲)

اس کے باوجود اسلام عورت کو بوقت ضرورت اپنے معاش کے لیے دوڑ دھوپ کرنے سے نہیں روکتا۔ کیونکہ مجبوری کے وقت کسبِ معاش بہر حال کسی کے آگے سوال کرنے سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ بعض سماجی خدمات ایسی ہیں جن کو بجالانا ناگزیر طور پر عورت کے ذمے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے آداب اور شرائط کے ساتھ حصول معاش کے لیے عورت جائز قسم کی تجارت یا ملازمت، دونوں اختیار کر سکتی ہے۔ ان آداب اور شرائط کے جائزے سے بیشتر دو تمہیدی باتوں کا ذکر ضروری ہے۔

عورت کا فطری دائرہ کار اس کا گھر ہے:

اسلام عام حالات میں عورت کو گھر میں رہنے کی تاکید کرتا ہے کیونکہ قدرت نے عورت کے ذمے جو فرائض عائد کیے ہیں۔ ان کا فطری دائرہ کار اس کا گھر اور خاندان ہے۔ بچوں کی پرورش، تربیت اور گھر کا انتظام سنبھالنا اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ گھر سے بلاضرورت باہر نکلنا نہ اس کے لیے مفید ہے اور نہ معاشرے کے لیے سودمند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾ (۳)

اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

نماز جیسی اہم ترین عبادت کے بارے میں بھی فرمایا کہ عورتوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ یہ فریضہ گھروں میں ہی ادا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"صلاۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا و صلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا" (۴)

عورت کی نماز اس کے کمرے میں اس کے گھر کی نسبت افضل ہے اور اس کی نماز اس کے گھر کے چور خانے (کمرے کے اندر کمرہ) میں اس کے کمرے سے بہتر ہے۔

اسی لیے نمازِ جمعہ جیسی اہم عبادت کے وجوب سے عورت کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔(۵) جو ذمہ داریاں صرف چند مردوں کی شرکت سے ادا ہو جاتی ہیں، عورت کے لیے ان میں شریک ہونے کی حوصلہ شکنی گئی ہے۔ اسی لیے نمازِ جنازہ میں شرکت سے عورتوں کو روکا گیا ہے۔(۶) اسی طرح عام حالات میں جہاد میں شرکت اس کے فرائض میں شامل نہیں ہے۔

جب ہم اس سلسلے میں دورِ اول کے پاک نفوس خواتین کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کا دائرہ کار عمومی طور پر ان کے گھروں تک محدود تھا۔ گھر کا انتظام اور کام کاج، شوہر کی خدمت، بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ ایسے امور ہیں جن کو وہ اپنے بنیادی فرائض سمجھ کر ادا کرتی تھیں۔

بوقتِ ضرورت گھر سے باہر جانا جائز ہے:

لیکن عام حالات سے ہٹ کر بعض اوقات ایسی صورتیں پیش آسکتی ہیں جن میں عورت کو کسی حقیقی ضرورت کے لیے گھر سے باہر جانا پڑتا ہے۔ اسلام ضرورت کے وقت عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "إنّہ أُذن لکنّ أن تخرجن لحاجتکنّ" بے شک تمھیں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے۔(۷)

شیخ القرآن مولانا گوہر رحمانؒ سورۂ احزاب کی گزشتہ آیت ہی سے بوقتِ ضرورت گھروں سے نکلنے پر استدلال کرتے ہیں:

و قرن فی بیوتکن --- "گھروں میں ٹھہری رہو" سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گھروں سے باہر نہ نکلو! لیکن اسی آیت و لا تبرجن کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کا اصل منشا زیب و زینت کی نمائش کے لیے گھروں سے نکلنے کی ممانعت کرنا ہے۔ دینی، معاشرتی اور دوسری ضروریات کے لیے نکلنے کی ممانعت کرنا مقصد نہیں ہے۔(۸)

یہی بات مفتی محمد شفیعؒ نے معارف القرآن میں لکھی ہے۔(۹)

مفتی محمد شفیعؒ عبادات، خاندانی اور معاشرتی ضروریات کے علاوہ معاشی ضروریات کے لیے بھی عورتوں کے گھروں سے نکلنے کی صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ۔۔۔آیت و قرن فی بیوتکن کے مفہوم سے باشاراتِ قرآن اور بعملِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باجماع صحابہؓ مواقعِ ضرورت مستثنیٰ ہیں۔جن میں عبادات، حج وعمرہ بھی داخل ہیں اور ضروریاتِ طبعیہ والدین اور اپنے محارم کی زیارت، عیادت وغیرہ بھی۔ اگر کسی کے نفقہ اور ضروریاتِ زندگی کا کوئی اور سامان نہ ہو تو پردے کے ساتھ محنت مزدوری کے لیے نکلنا بھی، البتہ مواقعِ ضرورت میں خروج کے لیے شرط یہ ہے کہ اظہارِ زینت کے ساتھ نہ نکلیں، بلکہ برقع یا جلباب (بڑی چادر) کے ساتھ نکلیں۔(۱۰)

گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ عورت کے لیے فکرِ معاش کی جدوجہد کرنا اور ان دونوں میں توازن برقرار رکھنا انتہائی مشکل کام ہے۔عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ ملازم پیشہ خواتین کو عائلی زندگی میں بے شمار پریشانیوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس کے باوجود بعض اوقات ایک عورت پر ایسی حالت آسکتی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے روزی کمانے کا راستہ منتخب کرتی ہے۔ یا ملک وملت کی بعض خدمات ایسی ہوتی ہیں، جن کو پورا کرنے کے لیے ایک عورت ہی موزوں ہوتی ہے۔ اس لیے بوقتِ ضرورت اسلام کچھ حدود و قیود کے ساتھ عورت کو معاشی دوڑ دھوپ کی اجازت دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کاروبار اور ملازمت خود جائز قسم کی ہو۔ جب ہم اس سلسلے میں تاریخ وسیر کی کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں متعدّد صحابیاتؓ کا تذکرہ ملتا ہے۔جنھوں نے اپنے ہاتھ سے کمایا اور گھر والوں پر خرچ کیا اور راہِ خدا میں انفاق بھی کیا۔

حضرت جابرؓ کی خالہ کو طلاق ہوئی تو وہ کھجور کے باغ میں کام کرنے لگی۔ کسی نے دیکھا تو منع کیا چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور واقعہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا:

أخرجي فجدّي نخلك لعلّك أن تصدّقي منه أو تفعلي خيرا (۱۱)

نکلو اور اپنے کھجور کے پھل کاٹو، شاید تم اس میں سے صدقہ کرو یا کسی نیک کام میں خرچ کرو۔

خود بعض ازواج مطہراتؓ اپنے ہاتھ سے کماتی تھیں۔حضرت خدیجہؓ مضاربت پر مال دے کر تجارت کرتی تھیں۔حضرت سودہؓ کھالوں کی دباغت کا کام کرتی تھیں۔[۱۲] حضرت زینبؓ بھی یہ خدمت انجام دیتی تھیں۔[۱۳]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اپنے شوہر کے گھوڑے کے لیے کئی میل دور سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر لاد کر گھر لاتی تھیں اور پیس کر گھوڑے کو ڈالتی تھیں۔[۱۴] حضرت ملیکہؓ اُم السائب عطر بیچا کرتی تھیں۔[۱۵] اسی طرح حضرت اسماءؓ بنت مخربہ بھی عطر کا کاروبار کرتی تھیں۔[۱۶] عبداللہؓ بن مسعود کی بیوی حضرت زینبؓ اور اسی نام کی ایک اور صحابیہ جو ابو مسعودؓ ثقفی کی بیوی تھیں، دونوں صنعت وحرفت کے ذریعے کماتی تھیں اور گھر والوں پر خرچ کرتی تھیں۔[۱۷] حضرت اُم عطیہؓ میتوں کو غسل دینے کی خدمت انجام دیا کرتی تھیں۔[۱۸] حضرت اسماء بنت یزیدؓ کپڑوں کے لیے سوت کات لیا کرتی تھیں۔[۱۹] حضرت قیلہ انماریہؓ بھی تجارت کرتی تھیں۔[۲۰] ایک صحابیہؓ کھیتی باڑی کر کے جمعے کے دن اپنی کھیتی سے چقندر لے کر پکاتی تھیں اور صحابہ کرامؓ کو کھلاتی تھیں۔[۲۱]

بوقت ضرورت بیرونِ خانہ سرگرمیوں کے حوالے سے کم از کم تینتالیس صحابیاتؓ کے نام سیرت وتاریخ کی کتب میں ایسے محفوظ ہیں جنھوں نے گھروں سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں حصہ لیا۔[۲۲] بالعموم وہ مجاہدین کی مدد[۲۳]، خدمت، پانی پلانا[۲۴]، ستو پلانا، تیر اٹھا کر دینا، مریضوں اور شہداء کی لاشوں کو میدان جنگ سے شہر منتقل کرنا[۲۵]، اسباب کی حفاظت کرنا، علاج معالجہ کرنا[۲۶]، اپنے بچوں کو جہاد کی ترغیب دینا[۲۷]، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ترغیب دینا[۲۸]، بھاگنے والوں کو ڈانٹنا[۲۹]، شعر وشاعری کے ذریعے حوصلہ افزائی جیسی خدمات سرانجام دیا کرتی تھیں۔[۳۰] بعض اوقات انھوں نے خود عملی جہاد میں بھی حصہ لیا۔[۳۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت سے ان کو عطایا بھی دیا کرتے تھے۔[۳۲]

ملازمت کے آداب وشرائط:

اگر ایک عورت سمجھتی ہے کہ وہ خانگی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ گھر میں رہ کر یا گھر سے باہر نکل کر کوئی کام یا ملازمت بھی کر سکتی ہے تو اسے چند حدود وشرائط اور آداب کے ساتھ ایسا کرنے کا یقیناً حق حاصل ہے۔ذیل میں انہی آداب اور شرائط کی کسی قدر تفصیل درج کی جاتی ہے:

(۱) شوہر کی اجازت کا ہونا ضروری ہے:

عورت کی ملازمت سے شوہر کے حقوق متاثر ہوتے ہیں اس لیے عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ملازمت شوہر کی اجازت سے ہی ہو۔ کیونکہ ایک مسلمان عورت پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کے شوہر کی اطاعت اور اس کے ساتھ وفاداری اور موافقت لازم ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾(۳۳)

پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ان کے حقوق کی نگرانی کرتی ہیں۔

حدیث میں بھی صالحہ عورت کی صفات میں ایک صفت شوہر کی اطاعت بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" ألا أخبرك بخير ما يكنز المرء المرأة الصالحة إذا نظر إليها سرّته و إذا أمرها أطاعته و إذا غاب عنها حفظته " (۳۴)

کیا میں تمھیں اس بہتر چیز کی خبر نہ دوں؟ جس کو آدمی ذخیرہ کرتا ہے وہ نیکوکار عورت ہے۔ جب وہ اس کو دیکھے تو خوش کر دے اور جب حکم دے تو اطاعت کرے اور جب اس سے غائب ہو کر کہیں چلا جائے تو اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔

ایک اور حدیث میں نیک عورت کی صفات کے ساتھ اس کا یہ اجر بھی بیان کیا گیا ہے:

"إذا صلّت المرأة خمسها و صامت شهرها و حفظت فرجها و أطاعت بعلها قيل لها أدخلي من أيّ أبواب الجنة شئت" (۳۵)

جب عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور مہینہ بھر روزے رکھے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے (قیامت کے دن) کہا جائے گا کہ جس دروازے سے تم چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ان آیات اور احادیث سے فقہائے کرامؒ نے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسب معاش کے لیے نہیں جا سکتی۔ چنانچہ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب البحر الرائق میں علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

"وقید خروج القابلة والغاسلة باذن الزوج و فسر الغاسلة بمن تغسل الموتیٰ و ینبغی ان للزوج ان یمنع القابلة والغاسلة من الخروج لان فی الخروج اضراراًبه وهی محبوسة لحقه وحقه مقدم علی فرض الکفایة بخلاف الحج الفرض لان حقه لا یقدم علیٰ فرض العین"(۳۶)

"دایہ اور غاسلہ عورت کا نکلنا شوہر کی اجازت کے ساتھ مقید ہے،اور غاسلہ کی تفسیر اس عورت کے ساتھ کی گئی ہے جو میت کو غسل دیتی ہو۔شوہر کے لیے جائز ہے کہ اگر اس کی بیوی دایہ یا غاسلہ ہے تو ان کاموں کے لیے باہر جانے سے روکے۔کیونکہ بیوی کے گھر سے جانے میں اس کا نقصان ہے اور وہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کی پابند ہے۔اس لیے شوہر کا حق فرض کفایہ پر مقدم ہے۔بخلاف فرض حج کی ادائیگی کے،کیونکہ اس کا حق فرض عین پر مقدم نہیں ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں یہاں تک لکھا ہے کہ بیوی بغیر اجازت کے گھر سے نکلے تو شوہر کو تعزیر کا حق حاصل ہے۔(۳۷)

فقہائے کرامؒ نے بعض استثنائی حالات کا بھی ذکر کیا ہے جن سے مجبور ہو کر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی گھر سے نکل سکتی ہے۔فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے:

"لیس للمراة أن تخرج بغیر اذن الزوج الا باسباب معدودة منها اذا کانت فی منزل یخاف السقوط علیها ومنها الخروج الیٰ مجلس العلم اذا وقعت لها نازلة ولم یکن الزوج فقیها ومنها الخروج الیٰ حج الفرض اذا وجدت محرما ویجوز للزوج أن یاذن لها ولا یصیر عاصیا بالاذن ومنها الخروج الیٰ زیارة الوالدین و تعزیتها وعیادتها وزیارة المحارم"(۳۸)

"چند اسباب کے سوا کسی عورت کو اپنے خاوند کے گھر سے نکلنے کا حق نہیں ہے۔ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسے مکان میں ہو جس کے گر پڑنے کا اندیشہ ہو۔اسی طرح اگر اسے کوئی مسئلہ پیش آجائے اور شوہر فقیہ نہ ہو تو وہ بلا اجازت علمی مجلس کی طرف نکل سکتی ہے۔اسی طرح وہ فرض حج کے لیے بھی جاسکتی ہے اگر اس کو محرم کی رفاقت

حاصل ہو۔ایسی صورت میں شوہر کے لیے مناسب ہے کہ اسے اجازت دے،اس سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔اسی طرح والدین کی ملاقات، ان کی تعزیت اور عیادت اور محرم رشتہ داروں سے ملنے کے لیے وہ شوہر کی اجازت کے بغیر جاسکتی ہے"۔

(۲) گھر اور بچوں کی دیکھ بال متاثر نہ ہو :

ملازمت صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اس سے شوہر کا گھر اور بال بچوں کی دیکھ بال متاثر نہ ہو۔کیونکہ عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے گھر اور بال بچوں کی دیکھ بھال دیانت داری اور لگن سے کرے۔حدیث میں آتا ہے: ألمرأة راعية على بيت زوجها و ولده و هى مسؤلة عنهم" (۳۹) عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی نگران اور ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ عورتوں کی ذمہ داری میں گھر کی معیشت کا اچھا انتظام، شوہر کے مال میں امانت داری، شوہر اور اس کے بچوں کے حقوق [پرورش اور تعلیم و تربیت وغیرہ] کی ادائیگی شمار کرتے ہیں۔(۴۰)

صحابیاتؓ کے سوانح کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر وہ بچوں کی دیکھ بال اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو حسن وخوبی سے انجام دیا کرتی تھیں۔خود ازواج مطہراتؓ گھر کا کام کاج خود کرلیا کرتی تھیں۔حضرت فاطمہؓ کا تو چکی پیستے پیستے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے اور سینے میں درد ہونے لگا تھا۔(۴۱)

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے شادی کی تو اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد سے کام کی اس فطری تقسیم کے بارے میں فرمایا:

"أكفى فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سقاية الماء والذهاب فى الحاجة ،وتكفيك خدمة الداخل الطحن و العجن" (۴۲)

میں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی بھر کے دیا کروں گا اور اس کی باہر کی ضروریات پوری کروں گا۔اور وہ آپ کے لیے گھر کے اندر کے کام کاج روٹی پکانا اور آٹا گوندھنا وغیرہ کیا کرے گی۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے

درمیان کام کے سلسلے میں یہی فیصلہ کیا تھا۔[۴۳]

(۳) حجاب کا التزام ہو:

حجاب عورت کی عزت وناموس کی حفاظت اور معاشرے کو برائیوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔اس لیے مسلمان عورت کے لیے لازم ہے کہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو باپردہ ہوکر نکلے اور اظہارِ زینت سے گریز کرے۔ارشاد ربّانی ہے:

﴿ یَـاأَیُّھَـا الـنَّبِّیُ قُـلْ لِأَزْوَاجِكَ وَ بَـنَـاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰی أَنْ یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْ ذَیْنَ ﴾[۴۴]

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے، تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں"۔

عربی میں جلباب بڑی چادر کو کہتے ہے جو سر سے پاؤں تک پورے جسم کو چھپا لیتی ہے۔[۴۵] اس آیت سے صاف طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ گھر سے باہر عورتیں کسی بڑی چادر یا برقع میں اپنے جسم کو پوری طرح چھپائیں۔

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا یُبْـدِ یْـنَ زِیْـنَـتَھُـنَّ إِلَّا مَاظَھَرَ مِنھَاوَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ وَلَا یُبْـدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ إِلَّا لِبُعُوْ لَتِھِنَّ أَوْ آبَائِھِنَّ أَوْ آبَـآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ أَوْ أَبْنَائِھِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُـعُـوْلَتِھِـنَّ أَوْ إِخْـوَانِھِـنَّ أَوْ بَـنِـیْ إِخْوَانِھِنَّ أَوْ بَنِیْ أَخَوَاتِھِنَّ أَوْنِسَائِھِنَّ أَوْ مَا مَـلَـکَتْ أَیْمَانُھُنَّ أَوِالتَّابِعِیْنَ غَیْرُ أُوْلِیْ الإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوْ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ﴾[۴۶]

اور عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر وہ جو خود ظاہر ہوجائے اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔وہ اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے:۔ شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے لونڈی غلام، وہ

زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔

عہد جاہلیت میں عورتوں کے گلے اور سینے پر قمیص کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔بس ایک کپڑے سے سر کو باندھ کو اس کو پیچھے کی طرف گرہ دے دیتی تھیں۔اس آیت میں عورتوں کو اس روش سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابیاتؓ نے فوراً بڑی چادریں لینا شروع کر دیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

" یرحم اللّٰہ نساء المهاجرات الأول لما أنزل اللّٰہ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ شققن أكنف (وفي رواية أكثف) مروطهن فاختمرن بها "(۴۷)

" اللہ تعالیٰ اولین مہاجرات پر رحم فرمائے، جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ اپنی چادروں کو اپنے سینوں پر ڈال لیں تو انھوں نے اپنے بڑے پردوں/موٹی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنا لیے"۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پردے کے لیے جو چادر استعمال کی جائے وہ موٹی اور بڑی ہونی چاہیے، کیونکہ پردے کا مقصد بھی صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے۔آئمہ تفسیر نے بھی اس کا یہی مفہوم لیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خواتینِ اُمت کو اخفائے زینت کا حکم دیا ہے۔امام قرطبیؒ، ابن عطیہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" ویظهر لی بحكم ألفاظ الاية أن المرأة مامورة بألاتبدی وأن تجتهد في الاخفاء لكل ما هو زينة ، ووقع الاستثناء فيما يظهر بحكم ضرورة حركة فيما لا بد منه أو اصلاح شأن و نحو ذالك "(۴۸)

" آیت کے الفاظ نے یہ حکم ہمارے لیے ظاہر کر دیا کہ عورت پر ضروری ہے کہ جسم کو ظاہر نہ کرے اور جو بھی زینت ہو، اس کے چھپانے کی کوشش کرے، اور جو ظاہر ہو جائے اور بوقتِ ضرورت خود کو درست کرنے کے لیے جو حرکت کی جاتی ہے وغیرہ، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں"۔

حجاب جس مقصد کے لیے لازم کیا گیا ہے، اس کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ چہرے کا بھی پردہ

کیا جائے۔فقہائے کرامؒ کی اکثریت اسی مسلک کی قائل ہیں۔خصوصاً آج کل کے حالات میں اس کا اہتمام بہت ضروری ہے۔مفتی محمد شفیعؒ آیت حجاب پر تفصیلی بحث کر کے الاماظھر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"۔۔۔ تیسرا درجہ پردہ شرعی کا، جس میں فقہاء کا اختلاف ہے یہ ہے کہ سر سے پیر تک سارا بدن مستور ہو، مگر چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہو، جن حضرات نے الا ما ظھر کی تفسیر چہرے اور ہتھیلیوں سے کی ہے، ان کے نزدیک چونکہ چہرہ اور ہتھیلیاں حجاب سے مستثنیٰ ہوگئیں، اس لیے ان کو کھلا رکھنا جائز ہو گیا، (کما روی عن ابن عباسؓ) اور جن حضرات نے ماظھر سے برقع، جلباب وغیرہ مراد لی ہے وہ اس کو ناجائز کہتے ہیں، (کما روی عن ابن مسعودؓ) جنھوں نے جائز کہا ہے ان کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو، مگر چونکہ عورت کی زینت کا سارا مرکز اس کا چہرہ ہے، اس لیے اس کو کھولنے میں فتنہ کا خطرہ نہ ہونا شاذ و نادر ہے، اس لیے انجام کار عام حالات میں ان کے نزدیک بھی چہرہ وغیرہ کھولنا جائز نہیں"۔

آئمہ اربعہؒ میں سے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ تین اماموں نے تو پہلا مذہب اختیار کر کے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلقاً اجازت نہیں دی، خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو۔امام اعظمؒ نے اگرچہ دوسرا مسلک اختیار فرمایا مگر فتنہ کا نہ ہونا شرط قرار دیا اور چونکہ عادۃً یہ شرط مفقود ہے اس لیے فقہائے حنفیہ نے بھی غیر محرموں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں دی۔ (۴۹)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بھی چہرے کے پردے کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔وہ الاما ظھر کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"پہلے فقرے میں ارشاد ہوا ہے کہ "لا یبدین زینتھن" وہ اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کریں۔اور دوسرے فقرے میں الا بول کر اس حکم نہی سے جس چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ ہے "ماظھر منھا" جو کچھ اس آرائش وزیبائش سے ظاہر ہو یا ظاہر ہو جائے۔اس سے صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو خود اس کا اظہار اور اس کی نمائش نہ کرنی چاہیے، البتہ جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے (جیسے چادر کا ہوا سے اڑ جانا، اور کسی زینت

کا کھل جانا) یا جو آپ سے آپ ظاہر ہو (جیسے وہ چادر جو اوپر اوڑھی جاتی ہے، کیونکہ بہر حال اس کا چھپانا تو ممکن نہیں ہے اور عورت کے جسم پر ہونے کی وجہ سے بہر حال وہ بھی اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے) اس پر خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ یہی مطلب اس آیت کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حسن بصریؒ، ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے بیان کیا ہے۔(۵۰)

آگے چل کر سید مودودیؒ مزید لکھتے ہیں:

"۔۔۔لیکن ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ ما ظھر کے معنی ما یظھر عربی زبان کے کس قاعدے کی رو سے ہوسکتے ہیں۔ ظاہر ہونے اور ظاہر کرنے میں کھلا ہوا فرق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن صریح طور پر ظاہر کرنے سے روک کر "ظاہر ہونے" کے معاملے میں رخصت دے رہا ہے۔ اس رخصت کو "ظاہر کرنے" کی حد تک وسیع کرنا قرآن کے بھی خلاف ہے اور ان روایات کے بھی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں حکمِ حجاب آ جانے کے بعد عورتیں کھلے منہ نہیں پھرتی تھیں، اور حکمِ حجاب میں منہ کا پردہ شامل تھا، اور احرام کے سوا دوسری تمام حالتوں میں نقاب کو عورتوں کے لباس کا ایک جز بنا دیا گیا تھا۔۔۔"(۵۱)

اسلام دینِ فطرت ہے۔ جس میں انسان کی تمام کمزوریوں اور مجبوریوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ خالقِ کائنات نے مجبوری کے وقت عام حالات کے برعکس احکام میں کافی گنجائش رکھی ہے۔ یہی رعایت پردے کے احکام میں بھی ہے۔ لیکن ملازمت کوئی ایسی مجبوری نہیں ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پامال کیا جائے۔ اگر کسی ملازمت میں حدود اللہ پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو اس کو چھوڑ کر دوسری تلاش کرنا چاہیے، خواہ کم منافع بخش ہی کیوں نہ ہو۔ حالتِ اضطرار میں احکامِ حجاب میں گنجائش کے بارے میں سید مودودیؒ فرماتے ہیں:

مگر بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں جن میں اجنبیہ کو دیکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی مریضہ کسی طبیب کے زیرِ علاج ہو یا کوئی عورت کسی مقدمہ میں بحیثیتِ گواہ یا فریق پیش ہو، یا کسی آتش زدہ مقام میں کوئی عورت گھر گئی ہو یا پانی میں ڈوب رہی ہو، یا اس کی

جان یا آبرو کسی خطرے میں مبتلا ہو۔ایسی صورتوں میں چہرہ تو درکنار حسبِ ضرورت ستر کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔جسم کو ہاتھ بھی لگایا جاسکتا ہے، بلکہ ڈوبتی ہوئی یا جلتی ہوئی عورت کو گود میں اٹھا کر لانا بھی صرف جائز نہیں، فرض ہے۔(۵۲)

ازواجِ مطہراتؓ اُمت کی مائیں ہیں لیکن صحابہ کرامؓ کو ہدایت تھی کہ اُن سے بھی بوقت ضرورت کوئی چیز مانگنی پڑے تو پردے کے پیچھے سے مانگنا چاہیے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾(۵۳)

اگر تم ان (ازواجِ مطہرّات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔یہ تمھارے اور ان کے دلوں کو پاکیزہ رکھنے کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔

(۴) لباس ساتر ہو، اظہارِ زینت نہ ہو:

ایک مسلمان عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا لباس ساتر ہو اور راستے پر چلنا ہو تو باوقار طریقے سے چلیں، لوگوں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہوئے نہ چلیں۔اس طرح غیر مرد کے سامنے اظہارِ زینت سے بھی منع کیا گیا ہے۔چال ڈھال کے بارے میں ہدایت کی گئی:﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى ﴾(۵۴) اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں:

تبرج کے معنی عربی زبان میں نمایاں ہونے، ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔ ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لیے عرب لفظ "برج" استعمال کرتے ہیں۔ برج کو برج اس کے ظہور وارتفاع کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے۔بادبانی کشتی کے لیے "بارجہ" کا لفظ اسی لیے بولا جاتا ہے کہ اس کے بادبان دور سے نمایاں ہوتے ہیں۔عورت کے لیے جب لفظ تبرّج استعمال کیا جائے تو اس کے تین مطلب ہوں گے:۔ایک یہ کہ وہ اپنے چہرے اور جسم کا حُسن لوگوں کو دکھائے، دوسرے یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے، تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرے۔۔۔

اللہ تعالیٰ جس طرزِ عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے۔ وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے نہ کہ اس سے باہر، لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلو، جس کے ساتھ دورِ جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور چست یا عریاں لباسوں سے نمایاں کرنا اور ناز و ادا سے چلنا ایک مسلم معاشرے کی عورتوں کا کام نہیں ہے۔ یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں نہیں چل سکتے ۔۔۔(۵۵)

ملازمت کے لیے آتے جاتے وقت عورتوں کے لیے راستے پر چلتے ہوئے ایسا انداز اختیار کرنا منع ہے کہ مردوں کی توجہ ان کی طرف کھنچ جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا یَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِینَ مِنْ زِینَتِهِنَّ ﴾ (۵۶)

اور اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہو، اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔

جب راستے میں چلتے ہوئے پاؤں مارنا منع کیا گیا تو ناچنا، اترانا اور دیگر ثقافتی سرگرمیاں تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہو جاتی ہیں۔ خواہ بطور ملازمت کے کی جائیں یا شوقیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریانی پھیلانے والی اور بے حیا عورتوں کو جنّت سے محرومی کی وعید سنائی ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

" نساء كاسيات عاريات مائلات مميلات لايدخلن الجنة و لا يجدن ريحها و ريحها يوجد من مسيرة خمس مائة عام" (۵۷)

" وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں۔ دوسروں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔ وہ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پا سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت پر پائی جاتی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

"......نساؤ هم كاسيات عاريات على رؤسهم كأسنمة البخت العجاف

ألعنوهن فإنهن ملعونات لو كانت وراء كم أمة من الأمم لخدمن نساؤكم نسائهم كما يخدمنكم نساء الأمم قبلكم" (۵۸)

(...) ان کی عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔ان کے سروں پر اونٹ کے کوہان کی طرح گچھا ہوگا۔ان پر لعنت کرو کیونکہ وہ لعنتی ہیں۔اگر تمھارے بعد کوئی امت ہوتی تو تمھاری عورتیں ان کی عورتوں کی خدمت کرتیں جس طرح تم سے پہلی قوموں کی عورتوں نے تمھاری خدمت کی۔

مسجد اسلامی معاشرے کا دینی اور روحانی مرکز ہوتا ہے۔جہاں مسلمان ذکر وعبادت اور روح کی پاکیزگی کے لیے آتے ہیں۔وہاں انسان پر روحانیت ایسی چھا جاتی ہے کہ بہیمیت خود بخود کافی حد تک ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔لیکن مسجد جیسی پاکیزہ جگہ میں بھی زینت وتفاخر کے لباس سے منع کیا گیا ہے:

"يا أيها الناس أنهوا نسائكم عن لبس الزينة و التبختر فى المسجد فإن بنى إسرائيل لم يلعنوا حتّٰى لبس نسائهم الزينة و تبخترن فى المساجد" (۵۹)

" اے لوگو! اپنی عورتوں کو زینت کے لباس پہننے اور مسجد میں اِترا کر چلنے سے منع کرو۔ بنی اسرائیل پر لعنت تب ہوئی جب ان کی عورتوں نے زینت کا لباس پہنا اور مسجد میں اِترا کر چلیں "۔

جب مسجد جیسی مقدس جگہ پر اظہار زینت اور اترانے سے منع کیا گیا ہے تو عام مواضع اور دفاتر میں تو بدرجہا سختی کے ساتھ منع ہونا ظاہر ہے۔

امام ابن ہمام حنفیؒ نے لکھا ہے:

" و حيث ابحنا لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغير الهيئة الىٰ مالا يكون داعية الىٰ نظر الرجال " (۶۰)

اور جیسا کہ ہم نے عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کو جائز کہا ہے تو وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ اظہار زینت نہیں کرے گی اور اپنی حالت میں ایسی تغیر نہیں کرے گی کہ وہ مردوں کے نظروں کو اپنی طرف کھینچ لے۔

(۵) غیر مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو:

غیر محارم کے ساتھ عورتوں کا خلوت اختیار کرنا بھی ان کی عزّت وآبرو کے لیے زہرِ قاتل ثابت ہو

سکتا ہے۔اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے غیر محرم مردوں اور عورتوں کی خلوت سے منع کیا ہے۔

حضرت جابرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

" لا تلجوا على المغيبات فإنّ الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدّم " (۶۱)

جن عورتوں کے ساتھ محرم مرد نہ ہو ان کے ہاں نہ جاؤ کیونکہ شیطان تمھارے اندر خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔

چونکہ غیر محرم قریبی رشتہ داروں سے فتنے کا زیادہ خوف ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش بندی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" إيّاكم والدّخول على النساء فقال رجل من الأنصار يارسول الله صلى الله عليه وسلم أفرأيت الحمو قال الحمو الموت" (۶۲)

" عورتوں کے ہاں جانے سے بچتے رہو، ایک انصاری نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیور تو موت ہے"۔

ملازمت کی نوعیت اور جگہ ایسی ہو کہ جہاں عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست ہو۔اسلام اسی مقصد کے حصول کے لیے عورتوں کے غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کو سخت ناپسند کرتا ہے۔اس سے کئی فتنے پیدا ہو سکتے ہیں۔ایک دفعہ مدینے کی گلی میں مرد و عورت خلط ملط ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سخت نوٹس لیا۔حدیث میں آتا ہے:

"...... أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول وهو خارج من المسجد(...) إستأخرن فإنه ليس لكن أن تحتقن الطريق عليكن بحافات الطريق..." (۶۳)

حمزہؓ بن اُسید انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ راستے میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو گیا تو آپ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم پیچھے ہو جاؤ، تمھارے لیے راستے پر قبضہ کرنا درست

نہیں، تم راستے کے کنارے پر چلو۔ اس حکم کے بعد عورتیں دیواروں سے بالکل لگ کر جاتی تھیں یہاں تک کہ ان کی چادریں دیوار سے الجھ جاتی تھیں۔

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہے کہ:

" ان النبی نهی ان یمشی یعنی الرجل بین المراتین" (۶۴)

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے سے منع فرمایا ہے"۔

اسی اختلاط سے بچنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک دروازہ عورتوں کے لیے خاص کر دیا تھا۔ (۶۵) نماز باجماعت کی صورت میں عورتوں کی صف الگ اور سب سے آخر میں رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

مومن عورت کو اسی لیے حمام میں جانے سے منع کیا گیا کیونکہ وہاں مردوں سے اختلاط ہوتا تھا اور پردے کا بھی اہتمام نہیں ہوتا تھا۔ (۶۶)

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ "عورت کا ایسی جگہ ملازمت کرنا حرام ہے جہاں اس کا اختلاط مردوں سے ہوتا ہو۔۔۔" (۶۷)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں کہ "جو دین خدا کے گھر میں عبادت کے موقع پر بھی دونوں صنفوں کو خلط ملط نہیں ہونے دیتا، اس کے متعلق کون تصور کر سکتا ہے کہ وہ کالجوں میں، دفتروں میں، کلبوں اور جلسوں میں اسی اختلاط کو جائز رکھے گا۔" (۶۸)

البتہ بعض صورتوں میں جہاں فتنے کے سر اٹھانے کا خوف نہ ہو وہاں خلوت کا حکم بدل جاتا ہے۔ مولانا گوہر رحمانؒ، ابن عابدین شامیؒ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں:

"والذی یحصل من هذا أن الخلوة المحرمة تنتفی بالحائل و بوجود محرم أو امرأة ثقة قادرة" (۶۹)

فقہا کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ خلوت کی حرمت اس وقت ختم ہو جاتی ہے جبکہ درمیان میں پردہ حائل ہو یا محرم موجود ہو یا ایک با اعتماد اور قدرت والی خاتون موجود ہو۔

(۶) ملازمت کے سلسلے میں سفر کے لیے محرم ساتھ ہو:

ملازمت کے سلسلے میں بعض اوقات دور دراز کے سفر کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک مسلمان عورت کے

لیے ضروری ہے کہ سفر کے دوران اس کو محرم رشتہ دار کی معیت حاصل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"لا یحل لامراۃ تومن باللہ والیوم الاخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معھا حرمۃ" (۷۰)

"مومن عورت جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ ایک دن رات کا سفر محرم کے بغیر کرے"۔

اسی طرح بعض احادیث میں دو دن اور رات اور بعض میں تین دن اور رات کا ذکر ہے۔ (۷۱)

شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی بغیر محرم کے عورت کے سفر کے حوالے سے احنافؒ کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "۔۔۔ احناف کے نزدیک عام حالات میں عورت تین دن رات کی مسافت (۷۳۔۹۸ کلومیٹر) کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی اور فتنہ کے زمانے میں ایک دن کا سفر بھی بغیر زوج [یا محرم] کے نہیں کر سکتی۔" (۷۲)

(۷) لوچدار آواز اختیار نہ کرے:

جہاں غیر مردوں کے سامنے اظہارِ زینت ایک فتنہ ہو سکتا ہے وہاں لوچدار آواز بھی فتنے کا محرّک ہو سکتی ہے۔ فرائض کی ادائیگی کے دوران اگر کسی مرد سے بات کرنا ناگزیر ہو جائے تو ضروری ہے کہ گفتگو میں متانت اور سنجیدگی ہو۔ عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ غیر محرم مردوں کے ساتھ لوچدار آواز میں باتیں کریں۔ قرآن کریم میں اُمّہاتُ المومنینؓ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴾ (۷۳)

"اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مُبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کیا کرو"۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یعنی اگر تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (۔۔۔) نرم او دلکش لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے

طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے۔لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہیے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرتے ہوئے بہ تکلف ایسا لب ولہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو اور کسی بد باطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔۔۔" (۷۴)

جب عام گفتگو میں لگاوٹ کی باتوں سے منع کیا گیا تو تفریح کے نام پر گپ شپ لگانا، محفلوں میں گانا، ناچنا اور فحش باتیں کرنا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع قرار پاتی ہیں۔اسلام کی یہ تمام ہدایات دراصل عورت کی عزّت وآبرو کی حفاظت اور معاشرے کو پاکیزہ رکھنے کے لیے ہیں۔

(۸) غضِ بصر کا اہتمام کرے:

ایک مسلمان خاتون جب ملازمت یا دیگر ضروریاتِ زندگی کے لیے گھر سے نکلتی ہے تو اُسے متعدد مواقع پر ناگزیر طور پر مردوں کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے۔اسلام کسی ممکنہ خطرے سے بچنے کے لیے ابتدائی طور پر ہر مرد وعورت کو غضِ بصر کا حکم دیتا ہے۔کیونکہ ایک بُری نگاہ ہی بڑی بڑی بُرائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔بُری نگاہ شیطان کے تیروں میں سب سے کارگر تیر ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ o وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (...) ﴾(۷۵)

"اے پیغمبر! آپ مومنوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہے۔اور بلا شبہ اللہ، جو کچھ وہ کرتے ہیں ان سے باخبر ہے اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں (...)"

قرآن کریم میں جنتی عورتوں کی جہاں دیگر خوبیوں کا تذکرہ ہے وہاں یہ خوبی بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ حیا کے وصف سے متصف ہوں گی:

﴿ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴾(۷۶) "اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی ہم عمر

عورتیں ہوں گی"۔

ملازمت کے لیے آنے جانے اور ملازمت کی جگہ ہر دو میں خواتین اسلام کو حکم ہے کہ ان کی نگاہیں باحیا ہوں اور وہ غیر ضروری تانک جھانک سے اجتناب کریں۔ اگر اچانک کسی پر نظر پڑ بھی جائے تو فوری طور پر ہٹائے۔ اسی میں جنس اُناث اور پورے معاشرے کی بھلائی اور پاکیزگی مضمر ہے۔

(۹) گھر سے باہر خوشبو کا استعمال نہ کرے:

اسی طرح گھر سے باہر عورت کے لیے خوشبو لگانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی لوگوں کی توجہ کو دعوت دیتی ہے۔ جو نظامِ معاشرت خواتین کی ہر طرح کی زینت کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیتا ہے، وہ فتنے کے اس خفیہ ایجنٹ کو کیسے گوارا کرسکتا ہے۔ خوشبو لگا کر ایک مسلمان خاتون مسجد میں بھی نہیں آسکتی، چہ جائے کہ وہ خوشبو لگا کر بازاروں یا دیگر مقامات کا دورہ کرتی پھرے۔ حدیث میں آتا ہے:

"ایما امرأة استعطرت فمرّت علی قوم لیجدوا من ریحها فهی زانیة " (۷۷)

جو کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ ان تک خوشبو پہنچ جائے تو وہ زانیہ ہے۔

شارحینِ حدیث اس حدیث سے یہ حکم مستنبط کرتے ہیں:

" أن فیه تحریم خروج المرأة متعطرة " (۷۸)

اس حدیث سے عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

(۱۰) مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرے:

بعض ملازمتیں ایسی ہوتی ہیں جہاں عورتوں کو مردانہ لباس اور اطوار اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ ایسی ملازمتیں یقیناً جائز نہیں ہیں۔ شریعت میں مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

"لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم ألمتشبهات بالرّجال من النساء و المتشبهین بالنساء من الرّجال" (۷۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں اور

عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یعنی لباس و زینت کی جو چیزیں عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، مردوں کو وہ نہیں اختیار کرنی چاہئیں، اسی طرح جو ہیئت اور وضع قطع مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا عورتوں کو اختیار کرنا درست نہیں، گفتگو اور چال کا بھی یہی حکم ہے، ہاں اگر کسی کی خلقت ہی میں اس طرح کی مشابہت ہے تو چونکہ وہ غیر اختیاری ہے، اس لیے وہ اس وعید میں داخل نہیں (۸۰)۔

امام المفسرین ابن جریر طبریؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔(۸۱)

(۱۱) مصنوعی حسن پیدا کرنے سے ممانعت:

آج کل ملازم پیشہ خواتین کی عملی صورت حال یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے لیے جاتے وقت وہ اہتمام کے ساتھ بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ڈیوٹی کے لیے نہیں بلکہ مقابلہء حسن میں شرکت کے لیے جا رہی ہیں۔ خوبصورت نظر آنے کے لیے وہ ہر جائز و ناجائز صورت اختیار کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ حالانکہ عورتوں کو حکم ہے کہ اپنے قدرتی حسن پر قناعت اختیار کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

"عن النبی قال لعن اللہ الواصلة و المستوصلة والواشمة والمستوشمة" (۸۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے بالوں میں (دوسرے) بال لگانے والی عورت اور جس عورت سے یہ کام کرایا جائے اور جسم گودوانے والی عورت اور جس عورت سے یہ کام کرایا جائے، پر لعنت فرمائی ہے"۔

اسی طرح بھنویں نکالنا اور دانتوں کو کشادہ کرنا اور آرائش کے لیے کیے جانے والے دیگر تمام طریقے جن سے انسان کی فطری خلقت میں تبدیلی آتی ہو، سب ممنوع ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:

" لعن اللہ الواشمات والمستوشمات ، والمتنمصات ،والمتفلجات

للحسن، المغیرات خلق الله تعالی۔۔۔" (۸۳)

"اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والی، اپنے جسم کو گودانے والی، چہروں کے بال نوچنے والی اور حسن کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی عورتوں پر جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں"۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے واشمات پر، یہ واشمہ کی جمع ہے، اس عورت کو کہتے ہے جو ہاتھ، کلائی یا ہونٹ وغیرہ کو گودے۔۔۔ اور موتشمات پر۔۔۔ یہ موتشمۃ کی جمع ہے، گودوانے والی عورت جو اپنے یا کسی دوسرے کے عضو کو گودتی ہے۔۔۔ اور متنمصات پر۔۔۔ یہ متنمصۃ کی جمع ہے، وہ عورت جو چہرہ کے بال اکھاڑنے والی ہو، چہرے پر اگر داڑھی یا مونچیں نکل آئیں تو عورت کو اس کے بال اُکھیڑنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اطرافِ وجہ یا پلکوں اور بھنوؤں سے حسن اور زینت کے مقصد سے بال اکھیڑنا جائز نہیں ہے۔

۔۔۔ اور متفلجات پر۔۔۔ یہ متفلجۃ کی جمع ہے، وہ عورت مراد ہے جو اپنے دانتوں کے درمیان کسی آلہ وغیرہ سے کشادگی پیدا کرے"۔

ان تمام عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے کیونکہ اللہ کی دی ہوئی قدرتی صورت میں یہ تبدیلی کرتی ہیں۔ (۸۴)

ماحصل: اسلامی تعلیمات کی رو سے ان آداب اور شرائط کے ساتھ ایک مسلمان عورت جائز نوعیت کی کوئی بھی ملازمت کر سکتی ہے۔ شعبۂ طب (ڈاکٹری، نرسنگ، دایہ گری) ہو یا شعبۂ تعلیم (تدریس، تحقیق، دفتری امور)، تجارت وزراعت ہو یا گھریلو صنعت وحرفت (سلائی، کڑھائی، جوتا سازی، طباخت)، وکالت ہو یا قضا مگر حدود وقصاص کے علاوہ، کیونکہ حدود وقصاص میں ان کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے (۸۵)، افواج کی ملازمت ہو یا پولیس کی، غیر سودی بینک ہو یا فیکٹری، عرض ملازمت یا جائز قسم کا پیشہ کوئی بھی ہو، بس اس میں اگر درج بالا شرائط اور حدود کا خیال کیا جائے تو شرعاً اس کو جائز ہی سمجھا جائے گا۔ اور اس کی آمدنی حلال وطیب ہوگی، جو کسی بھی نیک ومباح کام میں عورت اپنی آزاد مرضی سے خرچ کرنے کی اختیار مند ہوگی۔ لیکن حدود و

قیود سے ناآشنا ملازمت، جس کا مقصد صرف اپنی سماجی یا مالی حیثیت میں اضافہ ہو، عورت کے لیے کسی صورت جائز نہیں ہے۔

ایک اسلامی ریاست میں اہل اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ خواتین کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے الگ تعلیمی ادارے، علاج و معالجے کے لیے الگ ہسپتال، روزی کمانے کے لیے الگ فیکٹریاں، خرید و فروخت کے لیے الگ تجارتی مراکز اور تفریح کے لیے الگ پارکوں کا انتظام کرے۔ جہاں خواتین اپنی ضروریات بھی پوری کر سکیں اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے سلسلے میں بھی مشکلات کا شکار نہ ہوں۔

حوالہ جات

(1) (i) **The New Encyclopedia Britanica** (Macropeadia) Chicago, 1988. Vol 12 (Women's Liberation Movement), P 733 ,

(ii) **Encyclopedia Americana**: U.S.A,Grolier Inc,N.D, Vol. 29 (Woman Sufferage By Esther W.Hymer) P103

۲۔ الفتاوی الهندية، كوئته،مكتبه رشيدية ،بدون التاريخ ،ج ١،ص ٥٦٥-٥٦٦

۳۔ الأحزاب ٣٣: ٣٣

٤۔ أبو داود، سليمان بن أشعث: سنن أبي داود، رياض، مكتبه دارالسلام للنشر والتوزيع، ألطبعة الاولىٰ، ١٩٩٩ م، كتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك، رقم الحديث: ٥٧٠

٥۔ سنن ابی داود، كتاب الصلاة، باب الجمعة للمملوك والمرأة، رقم الحديث: ١٠٦٧

٦۔ البخاری، محمد بن اسماعيل: الجامع الصحيح المسند المختصر من امور رسول الله و سننه و ايامه، ألمعروف بصحيح البخاری، رياض، مكتبه دارالسلام للنشر والتوزيع، ألطبعة الاولىٰ ١٩٩٩ م، كتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز، رقم الحديث: ١٢٧٨

۷۔ ا۔ صحيحُ البخاری ،كتاب تفسير القران ،باب لا تدخلوا بيوت النبی

---رقم الحدیث:٤٧٩٥

ب۔ أحمد بن محمد بن حنبل ألشیبانی(١٦٤۔٢٤١ھ):مسند أحمد ، بیروت، دار احیاء التراث الإسلامی، ألطبعة الثانیة١٩٩٣م / ١٤١٤ھ ،باقی مسند الانصار، حدیث عوف بن مالك الاشجعی ، رقم الحدیث:٢٣٧٦٩

(٨) گوہر رحمان،شیخ الحدیث،مولانا:تفہیم المسائل،مردان،مکتبہ تفہیم القرآن،۲۰۰۲ء،ج۴،ص۲۷۶

(٩) محمد شفیع،مفتی اعظم:معارف القرآن،کراچی،ادارۃ المعارف،۱۹۸۳ء،ج۷،ص۱۳۳

(١٠) ایضاً،ص۱۳۴۔۱۳۵

(١١) سننِ أبی داود،کتاب الطلاق ،باب فی المبتوتة تخرج بالنهار،رقم الحدیث:٢٢٩٧

(١٢) صحیح البخاری،کتاب الایمان و النذور،باب ان خلف ان لا یشرب نبیذا--- رقم الحدیث:٦٦٨٦

(١٣) ابن سعد، محمدبن سعد بن منیع الزهری (٤٣٠ھ): الطبقات الکبریٰ،بیروت ، دار احیاء التراث العربی،١٩٩٦م/١٤١٧ھ ،ج٨،ص٢٩٩

(١٤) صحیح البخاری،کتاب النکاح ،باب الغیرة---رقم الحدیث:٥٢٢٤

(١٥) ابن حجرالعسقلانی،شهاب الدین ابو الفضل احمد بن علی(م ٨٥٢ھ) :الاصابة فی تمییزالصحابة،بیروت ،دارالکتب العلمیة ٢٠٠٢م ،ج٥،ص٣١١

(١٦) الطبقات الکبریٰ،ج٨،ص١٣٦

(١٧) ابن أثیر،عز الدین :أسدالغابة، بیروت ، دارالکتب العلمیة ،الطبعة الاولیٰ١٩٩٤م/١٤١٥ھ ،ج٧، ص١٢٢،الاصابة فی تمیز الصحابة،ج٥،ص٢٣٤

(١٨) الاصابة،ج٥،ص٣١٥

(١٩) الاصابة،ج٥،ص١٨٧

(٢٠) الاصابة فی تمییز الصحابة،بیروت، دارلکتب العلمیة،١٩٩٥م،ج٨،ص٢٩١

(٢١) صحیح البخاری،کتاب الجمعة، باب قول الله تعالیٰ فاذا قضیت الصلواة---:٩٣٨

(۲۲) نصیر خان،ڈاکٹر:رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں صحابیاتؓ کا کردار(پی ایچ ڈی

کا مقالہ/۲۰۰۶)، غیر مطبوعہ، جامعہ کراچی، ص ۵۳۷۔۵۳۸

(۲۳) إبن سعد، ج۸، ص ۳۹۵

(۲٤) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب رد النساء الجرحیٰ والقتلیٰ الی المدینة، رقم:۲۸۸۳

(۲۵) سنن أبی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی المرأة۔والعبد یحذیان من الغنیمة، رقم الحدیث :۲۷۲۹

(۲٦) اسد الغابة، ج۷، ص ۱۱۱

(۲۷) أسدا لغابة، ج۷، ص ۹۰۔۹۱

(۲۸) إبنِ کثیر، عماد الدین، حافظ: ألبدایة و النهایة، بیروت ،دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، الطبعة الأولیٰ ۱۹۹٦م/۱٤۱٦ھ، ج۳، ص۲۵۸

(۲۹) ابن سعد، ج۸، ص ۲٦٤

(۳۰) البدایة والنهایة، ج۳، ص۱٦۹

(۳۱) الإصابة، ج٥، ص ۱۸٥

(۳۲) ابن هشام، أبو محمد عبد الملک بن هشام المعافری: السیرة النبویة، مصر، مطبع مصطفی البابی الحلبی وأولاده ،ألطبعة الثانیة، ۱۹۵۵م ،، القسم الثانی، ص ٤۸۲۔٤۸۳

(۳۳) النساء ٤ :۳٤

(۳٤) سننِ ابی داود، کتاب الزکا ة، باب فی حقوق المال ، رقم الحدیث:۱٦٦٤

(۳٥) مسند إمام أحمد، مسند العشرة المبشرة بالجنة، مسند سعید بن زید بن عمرو، رقم الحدیث:۱٦٦٤

(۳٦) ابن نجیم ،زین الدین بن ابراهیم بن محمد، المصری: البحر الرائق علیٰ کنز الدقائق، کوئته۔ مکتبه رشیدیه، بدون تاریخ الظباعة، ج٤، ص ۱۹٥، ۱۹٦

(۳۷) محمود الاوزجندی ،قاضی القضاة، فتاوٰی قاضی خان علی هامش الهندیة،

کوئته،مکتبه رشیدیة ،بدون التاریخ ج ۱،ص۴۴۳

(۳۸) نفس المکان

(۳۹) صحیح البخاری، کتاب العتق ،باب التطاول علی الرقیق ـــرقم الحدیث:۲۵۵۴

(۴۰) عظیم آبادی،شمس الحق ،شیح الحدیث: عون المعبود ،بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۵م،ج۸،ص۱۱۶

(۴۱) (ا)صحیح البخاری، کتاب النفقات ،باب عمل المرأة فی بیت زوجها، رقم الحدیث: ۵۳۶۱

(ب) مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۵۹۰۹،ألإصابة فی تمییز الصحابة، ج۵، ۱۵۸

(ج) ألسیوطی ،أبو الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن أبو بکر،ألشافعی (م ۹۱۱ھ):الخصائص الکبریٰ یعنی کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، بشاور، المکتبة الحقانیة، بدون التاریخ الطباعة، ج ۱، ص ۲۰۶

(د) النسائی،أبوعبدالرحمٰن بن شعیب: سنن النسائی،ألریاض ،دار السلام للنشر و التوزیع ،ألطبعةالاولیٰ أبریل ۱۹۹۹م، ،کتاب عشره النساء،باب الغیرة

(۴۲) الاصابة،ج۵،ص۲۸۵

(۴۳) ابن قیم الجوزیة: شمس الدین،ابی عبد الله محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی، زاد المعاد،بشاور،وحیدی کتب خانه، بدون التاریخ،ج ۴، ص۹۸۸

(۴۴) الأحزاب ۳۳: ۵۹

(۴۵) ا۔ وحید الزمان، علامہ: القاموس الوحید، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص ۲۶۹،

ب۔ القرطبی ،ابو عبدالله محمد بن احمد الانصاری:الجامع لاحکام القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۵م،،ج ۱۴، ص۲۴۳

(۴۶) النور۲۴: ۳۱

(۴۷) ا۔ سنن أبی داود، کتاب اللباس،باب فی قوله ولیضربن بخمرهن---،

رقم:٤١٠٢،

ب۔ صحیح البخاری: کتاب التفسیر،باب ولیضربن بخمرهن

(٤٨) الجامع لاحکام القرآن، ج١٢،ص٢٢٩

(۴۹) معارف القرآن،ج۷،ص۲۱۷۔۲۱۸

(۵۰) مودودی،ابوالاعلیٰ، مولانا،سید: تفہیم القرآن،لاہور،ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۴ء، ج۳، ص۳۸۵

(۵۱) ایضاً،ج۳،ص۳۸۶

(۵۲) مودودی،ابوالاعلیٰ،مولانا،سید: پردہ،لاہور،اسلامک پبلی کیشنز لیمٹڈ،۱۹۷۴ء،ص۲۹۸

(٥٣) الأحزاب ٣٣:٥٣

(٥٤) الأحزاب٣٣:٣٣

(۵۵) تفہیم القرآن،ج۴،ص۹۲

(٥٦) النور٢٤:٣١

(٥٧) مالك بن أنس،الإمام: الموطأ ،كراتشى ،قديمى كتب خانه ،بدون تاريخ الطباعة ، كتاب الجامع، باب ما يكره للنساء لبسه من الثياب ،رقم الحديث:١٦٩٤

(٥٨) مسند إمام أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبدالله بن عموو، رقم الحديث:٧٠٤٣

(٥٩) القزوينى، محمد بن يزيد(٥٤٧٥) :سنن ابن ماجة ، بيووت،دار الكتب العلمية، الطبعةالاولى، ١٩٩٩م،كتاب الفتن ، باب فتنة النساء، رقم الحديث:٤٠٠١

(٦٠) ابن همام،كمال الدين محمد بن عبد الواحد ، فتح القدير للعاجز الفقير، مكتبه حقانية بشاور،س ن، ج٤، ص٢٠٨

(٦١) سنن الترمذى،كتاب الرضاع ،باب فى كراهية الدخول على المغيبات ، رقم الحديث:١١٧٢

(٦٢) صحيح البخارى،كتاب النكاح،باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم ---رقم

الحديث:٥٢٣٢

(٦٣) سننِ أبی داود، كتاب الأدب، باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطريق ، رقم الحديث:٥٢٧٢

(٦٤) ايضاً، رقم الحديث:٥٢٧٣

(٦٥) سنن ابوداود، كتاب الصلواة، باب في اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال ، رقم الحديث: ٤٦٢

(٦٦) سنن الترمذی، كتاب الادب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، باب ما جاء فی دخول الحمام ، رقم الحديث:٢٨٠٣

(۶۷) لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا: آپ کے مسائل اور اُن کا حل، کراچی، مکتبہ لدھیانوی، ۱۹۹۷ء، ج۸، ص۸۵۔۸۶

(٦٨) تفہیم القرآن، ج۳، ص۲۹۶

(٦٩) ردالمختار، ج۵، ص۳۲۴ بحوالہ تفہیم المسائل، ج۴، ص۲۸۳

(٧٠) صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب فی كم يقصر الصلاة ---رقم الحديث:١٠٨٨

(٧١) القشيری ، مسلم بن حجاج، صحيح مسلم ، الرياض، دارالسلام للنشر والتوزيع، ١٩٩٩م، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم الىٰ حج وغيره

(۷۲) سعیدی ، غلام رسول، شیخ الحدیث، مولانا: شرح صحیح مسلم، لاہور ،فرید بک سٹال، ۲۰۰۱ء، ج۳، ص۶۶۳

(٧٣) الأحزاب ٣٣ :٣٢

(۷۴) عثمانی، شبیر احمد، شیخ الاسلام، مولانا: تفسیر عثمانی، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۳، ج۲، ص۳۵۱

(٧٥) النور ٢٤ :٣٠۔٣١

(٧٦) ص ٣٨ :٥٢

(٧٧) سنن النسائی، كتاب الزينة، باب ما يكره للنساء من الطيب۔

(۷۸) محمد بن الشیخ العلامة علی بن آدم بن موسیٰ الایتوبی الولوی: شرح سنن النسائی، المکة المکرة،دار ال بروم للنشر والتوزیع ،۲۰۰۷م،ج۳۸،ص ۱۷۱۔۱۷۲

(۷۹) سنن الترمذی،کتاب الادب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ،باب ما جاء فی المتشبهات بالرجال من النساء ،رقم الحدیث:۲۷۸٤

(۸۰) سلیم اللہ خان ،شیخ الحدیث ،مولانا: کشف الباری عما فی صحیح البخاری ،کراچی ،مکتبہ فاروقیہ،۲۰۰۸ء، کتاب اللباس،ص۲۴۲

(۸۱) ا۔ عون المعبود،۱۹۹۵م،ج۱۱،ص۱۲۲،

ب۔ ابن حجرالعسقلانی ،احمد بن علی ،،الحافظ :فتح الباری،بیروت ، دارالفکر، ۱۹۹٦م،ج۱۱، ص ۵۲۱

(۸۲) صحیح البخاری،کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر،رقم الحدیث:۵۹۳۳

(۸۳) صحیح البخاری،کتاب اللباس، باب الموصولة ،رقم الحدیث:۵۹٤۳

(۸۴) کشف الباری،کتاب التفسیر،ص٦٦٦

(۸۵) المرغینانی، علی بن ابی بکر، برهان الدین،الهدایة ، بیروت ، دار احیاء التراث العربی،کتاب ادب القاضی،ج۳،ص ۱۰٦